افکار و آراء

ملیشیا سے ایک خط[1]

مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم کی یاد

میں تقریباً بیس برس کی جدائی کے بعد آپ کو اس خیال سے یہ خط لکھنے کا موقع نکال رہا ہوں کہ ہم اپنی دوستی کی تجدید کر سکیں اور دوبارہ ایک دوسرے سے واقف ہو جائیں۔ براہِ کرم میرے اس خط کو یوں سمجھیں، گویا میں خود آپ سے خاموش ملاقات کر رہا ہوں۔

میرا خیال ہے، آپ کو اب بھی یاد ہوگا کہ جامعہ نگر اوکھلا (دہلی) میں بابو رفیق کے مکان میں منتقل ہونے سے پہلے میں کچھ عرصہ آپ کے ہاں مقیم رہا تھا۔ میں اُس وقت مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم کا شاگرد تھا۔ یہ کوئی ایک چوتھائی صدی پہلے کی بات ہے۔ اور اُس وقت تک دوسری جنگ عظیم شروع نہیں ہوئی تھی۔

۱۹۴۴ء کے آغاز میں جب پوری دنیا تاریخ کی خوں ریز ترین جنگ کی لپیٹ میں آگئی تھی میں کسی نہ کسی طرح فوج میں داخل ہونے پر مجبور ہو گیا۔ اور مجھے سیلون بھیج دیا گیا۔ اسی سال کے آخر میں (شاید اگست کا مہینہ تھا) روزانہ "مدراس میل" میں میں نے پڑھا کہ ہمارے محبوب استاد مولانا عبیداللہ سندھی رحلت فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے۔ اس افسوسناک سانحہ نے میرے دماغ کو مختل کر دیا۔ کیونکہ میرا ارادہ تھا کہ فوج میں اپنی مدت

---

[1] یہ خط الرحیم کے سابق مدیر پروفیسر محمد سرور کے نام ہے۔ مدیر

ملازمت پوری کرکے، جو کچھ عرصے کے لئے تھی، پھر مولانا کی خدمت میں حاضر ہوکر پڑھوں گا۔

جب ۱۹۴۵ء کے آخر میں دوسری جنگِ عظیم ختم ہوئی تو میں بدستور فوج میں تھا۔ اس سلسلے میں میں کلکتہ، برما اور تھائی لینڈ میں رہا۔

۱۹۴۶ء کے شروع میں میں اپنے وطن لوٹا۔ خدائے برتر کا شکر ہے کہ جنگ سے میرے ملک کو کوئی زیادہ نقصان نہیں پہنچا تھا اور مجموعی طور پر زندگی اُس وقت کوئی زیادہ خراب نہ تھی۔ میری عزیز والدہ زندہ تھی، اور مجھے اس سے بے حد خوشی ہوئی۔

اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کی مہربانی سے، جو بڑے اشتیاق سے میری واپسی کے منتظر تھے، مجھے اپنی خواہش اور آرزو کو پورا کرنے کا موقع ملا کہ میں ایک مدرسہ قائم کروں۔ میں نے اس مدرسہ کا نام "مدرسۃ الاصلاح" رکھا۔ میرا ارادہ اس "مدرسۃ الاصلاح" کے ذریعہ حضرت شاہ ولی اللہ کی تعلیمات کو اپنے محبوب اُستاد مولانا عبید اللہ سندھی کی "تجدید" کے مطابق متعارف کرانا اور پھیلانا تھا۔

شروع کے اہم دور میں اپنے اس کام میں مجھے مقامی علماء کی طرف سے بالخصوص اور سرکاری افسروں کی جانب سے بالعموم طرح طرح کی مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے نتیجے میں مجھے مختلف قسم کے الزامات کی جواب دہی کے لئے، جو اُن لوگوں نے مجھے بدنام کرنے اور میں نے اپنے اُستادوں سے جو علم حاصل کیا تھا، اس کے معیار کو کمتر ثابت کرنے کے لئے مجھ پر لگائے تھے، متعدد بار عدالت میں جانا پڑا۔ لیکن خدا تعالیٰ کی عنایت سے ان کی تمام تخریبی کوششیں ہمارے فاضل اور محبوب استادوں کی جلائی ہوئی روشنی کو ملیشیا کی ریاست کیلنتان کے فرزندوں کے دلوں سے گُل نہ کرسکیں۔ اور وہ بدستور الٰہی صداقتوں کی تلاش میں ہیں۔

نہ صرف ریاست کیلنتان میں بلکہ اس لحاظ سے پورے جزیرہ نما ملایا میں خاص کر ۱۹۵۷ء میں آزادی حاصل کرنے کے بعد نمایاں تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ اس اہم سال سے لے کر اب تک گو میں اُس علم کو جو میں نے اپنے فاضل اُستادوں سے حاصل کیا تھا نیز حضرت شاہ ولی اللہؒ کے فلسفۂ اسلام کو ایک حد تک پھیلاتا رہا، لیکن مندرجہ ذیل اسباب

اس میں حارج ہوتے رہے ۔

(ا) تعلیم یافتہ اور شعور رکھنے والے لوگوں کی کمی ۔

(ب) مالی امداد کی کمی ۔

میرے دوستوں اور حامیوں کے دلوں پر جن کی کہ یہ خواہش ہے کہ یہاں کے لوگوں میں علم کا یہ شعبہ فروغ پائے اور اُن کے دلوں میں اپنا مقام پیدا کرے ، ان دو سنگین باتوں کا بڑا بار رہے ۔

اِس سال کے ماہ اپریل میں مجھے دوبارہ ہندوستان جانے کا موقع ملا ، میں نے اپنے بیٹے کو ڈاکٹری کی تعلیم کے لئے علی گڑھ یونیورسٹی میں داخل کرایا ہے ۔ قیام ہندوستان کے دوران میں نے ڈاکٹر ذاکر حسین ، پروفیسر محمد مجیب ، مولانا سعید احمد اکبر آبادی اور مولانا عبید اللہ سندھی کے متعدد سابق شاگردوں کے ہاں حاضری دی ۔ اس ضمن میں میں دیوبند بھی گیا ۔

میرا ہندوستان جانے کا مقصد ، اپنے بیٹے کو داخل کرانے کے علاوہ ، یہ بھی تھا کہ تعلیمی منصوبوں اور اُن کو عملی جامہ پہنانے کے بارے میں ضروری مشورے کروں ۔ مجھے اُمید ہے کہ میں ملائی یا ملیشیائی طلبہ کو اس قابل بنانے میں کامیاب ہوسکوں گا کہ وہ مغربی تعلیم کی بنیاد پر اسلام کے فلسفہ کو سمجھ سکیں اور اس کا مطالعہ کرسکیں ۔ اس طرح میں توقع کرتا ہوں کہ میرے ملک کے دانشمند اور با اصول لوگ ایک دن صحیح اسلامی برادری قائم کرسکیں گے جو ایک عرصے سے میری پُرزور خواہش ، اور میرے ملک کی آرزو ہے ۔

اب یہاں کے بہت سے طالب علم اعلیٰ تعلیم باہر کے ملکوں میں — جیسے مصر ، مکہ معظمہ اور بغداد وغیرہ میں — حاصل کرتے ہیں ۔ لیکن وہ جہاں علم 'شریعت' پڑھتے ہیں ، وہاں اسلام کا فلسفہ اُن کی تعلیم میں داخل نہیں ۔ اس لئے عملاً یہ ممکن نہیں کہ وہ اسلامی ملت کو منزل مراد تک پہنچا سکیں ۔

میرا شروع سے یہ عقیدہ رہا ہے (اور یہی میرے دوستوں کا ہے) کہ آنے والے سالوں میں مستقبل کے رہنماؤں کے لئے جو قوم کو صحیح اسلامی طریقے کی طرف لے جانا چاہتے ہیں ،

حضرت شاہ ولی اللہؒ کی اسلامی فلاسفی کا جاننا اور اُسے پڑھنا ضروری ہے۔

میں نے دیکھا ہے کہ دنیائے اسلام میں درس و تدریس کے مراکز یوں تو بے شمار ہیں لیکن کوئی ایسا علمی مرکز نہیں ہے، جو اسلامی سیاسیات کو وسیع ترمعنٰی میں طلبہ کے ذہن نشین کرنے میں مدد دے۔ اس سلسلے میں میں چاہوں گا کہ ہمارے ہاں سے طلبہ تاریخ، فلسفہ، معاشیات، علم الانسان اور دوسرے علوم پڑھنے کے لئے آپ کے ملک میں آئیں، اس بارے میں میری رہنمائی کیجئے۔ ان علوم سے فارغ التحصیل ہونے اور اُن میں ڈگری لینے کے بعد وہ شاہ ولی اللہؒ کی اسلامی فلاسفی پڑھیں۔ میرا خیال ہے کہ صرف اسی طریقے سے میرے ملک کو ایسے مسلمان لیڈر مل سکتے ہیں جو مغربی دانش وروں اور مغرب سے تعلیم حاصل کئے ہوئے لوگوں کو متاثر کرسکیں گے۔

میں بڑا ممنون ہوں اگر آپ شاہ ولی اللہ اور مولانا عبید اللہ سندھی پر انگریزی زبان میں کچھ کتابیں بھجوا سکیں، کیونکہ میرے انگریزی خواں دوست انہیں پڑھنا چاہتے ہیں۔

آپ کا

HAJI NIK MOHD SALLEH BIN HAJI WAN MUSA

No: 1612. JALAN MERBAU

KOTA BHARU KELANTAN

WEST MALAYSIA.